

ترجمہ قرآن کریم پڑھانے والے

اساتذہ کرام کی خدمت میں

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان / رابطہ سیکریٹری اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان

اس وقت بحمد اللہ ”وفاق المدارس العربیہ پاکستان“ کے مربوط نظم کے باعث پورے پاکستان میں ہزار ہائی مدارس میں قرآن کریم کا مکمل ترجمہ اور ضروری تشریح نہایت اہتمام کے ساتھ درس نظامی کی زینت ہے۔ تاہم ایک وقت تھا کہ بعض بڑے مدارس و جامعات کو چھوڑ کر عام مدارس میں ترجمہ قرآن کریم کا چنداں اہتمام نہ تھا۔ اگرچہ درس نظامی کو بالاستیعاب پڑھنے والا قرآن کریم کا ترجمہ بلا تکلف کر سکتا ہے مگر جو برکات اساتذہ کرام سے پڑھنے اور جو رموز و نکات اول تا آخر سبقاً قرآن کریم سیکھنے سے حاصل ہوتے ہیں، اُن سے بہر حال محرومی رہتی ہے۔ حضرات اساتذہ کرام طلبہ کو ترجمہ قرآن کریم پڑھاتے وقت عام طور پر کسی ایک ترجمہ کو مدار بنالیتے ہیں، استمداداً دیگر تفاسیر اور شروح بھی زیر مطالعہ رہتی ہیں، مگر مرکزی حیثیت ایک ہی ترجمہ کی ہوتی ہے۔ ان مشہور تراجم میں مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے تراجم شامل ہیں۔ مؤخر الذکر دو مترجمین کے تراجم پر حضرات علماء کرام نے ناقدانہ تبصرے اور علمی گرفت بھی فرمائی ہے، تاہم فی الجملہ ان تراجم کی افادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تمام تراجم اسلاف کی محنتوں کا ثمر اور بے شمار محاسن و کمالات کا نمونہ ہیں، مگر ان میں علم کے ساتھ ساتھ الہامی شان رکھنے والا وہ ترجمہ ہے جو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی قدس سرہ نے ”موضح قرآن“ کے تاریخی نام سے تحریر فرمایا۔ ”موضح قرآن“ سے ۱۲۰۵ کا عدد نکلتا ہے اور ۱۲۰۵ھ ہی تکمیل ترجمہ کا سال تھا۔ حضرت شاہ صاحب کو قرآن سے قلبی لگاؤ تھا۔ انھوں نے برہنہ بر سر اعتکاف کر کے قرآن کا مطالعہ کیا۔ قرآن میں غور و خوض کیا، دہلی کی مسجد اکبر آبادی میں بارہ سال تک معتکف رہے۔ اس عرصہ میں صرف قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے اور اس پر غور و خوض فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنے اس مطالعہ اور فکر کا عطر ”موضح قرآن“ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ترجمہ و تفسیر ”موضح قرآن“ مکمل کرنے کے بعد خود فرماتے تھے :

روز قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنا نامہ اعمال اور عمر بھر کی کارکردگاری لیے حاضر ہوگا۔ میں بھی قرآن کریم کی تفسیر اٹھائے بارگاہِ قدس میں حاضر ہوں گا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور برادر بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز، مؤلف ترجمہ و تفسیر ”فتح العزیز“ سے حاصل کی۔ قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اردو زبان و ادب میں خواجہ میر درد سے استفادہ کیا۔ قناعت اور توکل کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی میں ہی اپنی ساری جائیداد اپنے بھائیوں، اپنی بیٹی اور اپنی نواسی کے شوہر، جو اُن کے شاگرد بھی تھے، مولانا اسماعیل شہید کے نام کر دی۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

حضرت شاہ عبدالقادرؒ کو فلسفہ، منطق اور معقولات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ متکلمین کے مسائل سے بھی کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس سے بعض اصحاب نے یہ اندازہ لگایا کہ شاہ صاحبؒ کو معقولات میں کوئی دسترس نہیں ہے، لہذا ان کا امتحان لینے کی کوشش کی۔ جب بحث شروع ہوئی تو شاہ عبدالقادرؒ نے فلسفہ و منطق کے وہ جوہر دکھائے کہ امتحان لینے والے شرمندہ ہو گئے۔ مولانا معاملہ پہلے ہی بھانپ گئے تھے۔ جب انہیں شکست ہو گئی تو فرمایا: ”تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول نہیں آتی، بلکہ ہم نے ان کو ناقص اور واہیات سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔“

آپؒ کے مخصوص تلامذہ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ، شیخ عبدالحی بدھانویؒ، شیخ فضل حق خیر آبادیؒ، شاہ محمد الحقؒ اور شاہ احمد سعیدؒ کے نام نمایاں ہیں۔ آپ کے ترجمہ و تفسیر قرآن ”موضح قرآن“ کو سامنے رکھ کر سینکڑوں علمائے خلف نے قرآن کے ترجمے کیے۔ ان کے بعد شاید ہی کوئی مترجم ہو گا جو ان کے ترجمہ قرآن کا مرہون منت نہ ہو۔ آپؒ نے یہ ترجمہ کر کے اسلامی ادب اور اردو ادب پر احسان عظیم کیا ہے۔

شاہ صاحبؒ کا یہ ترجمہ اردو کا قدیم بہترین نثری نمونہ ہے جس پر جتنا غور کیا جائے اس کی لطافتیں واضح ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورے کے موافق بالجملہ الفاظ و معانی دونوں کے متعلق بوجہ متعدد بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے حزم اور احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اس الہامی ترجمہ کے بعض الفاظ اور محاورے متروک ہو جانے کے باعث شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور متروک الفاظ اور محاوروں کی جگہ الفاظ مستعملہ رکھ دیے۔ حضرت شیخ الہندؒ خود فرماتے ہیں: ”ہماری سعی کالب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گزاری ہے و بس۔ چونکہ بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہو گیا اس لیے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔“

حضرت شاہ صاحبؒ کی روحانی برکات و فیوض اور حضرت شیخ الہندؒ کے اخلاص و بے نفسی کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے اس ترجمہ کو عوام و خواص میں وہ مقبولیت عطا فرمائی جس کی عصر حاضر میں کوئی اور نظیر نہیں ہے۔ اس الہامی اور مقبول خواص و عوام ترجمہ کی چند امتیازات دوران مطالعہ ملحوظ رہیں:

(۱) ترجمہ سلیس، مطلب خیر اور بامحاورہ ہے۔ (۲) خلل لفظی اور معنوی سے محفوظ ہے۔ (۳) مشہور اور مستعمل الفاظ کا خاص طور پر لحاظ فرمایا ہے۔ (۴) ان اغلاط سے مبرا ہے جو آزادی پسند لوگوں کے ترجمہ سے عوام میں پھیل گئے ہیں۔ (۵) ترجمہ میں محاورے کا اہتمام فرماتے ہوئے محاورات کو ترجمہ کے تابع فرمایا، نہ یہ کہ ترجمہ کو محاورات کے تابع کر کے خواہ مخواہ محاورات کا اضافہ کیا ہو۔ (۶) باوجود اہتمام محاورہ کے، ترتیب قرآنی کی بقاء کا حتی الوسع اہتمام فرمایا ہے۔ (۷) حواشی پر شاہ صاحبؒ کے حواشی ”موضح قرآن“ کی تفصیل کی گئی ہے۔ (۸) حواشی پر مختصر اختلاف علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

تفسیر عثمانی کے مؤلف مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند، اس ترجمہ کے مقام و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”حضرت الاستاذ العلامة، سید الطائفہ، شیخ الہند مولانا الحاج المولوی محمود حسن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن جس کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شغف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مالٹا جاتے وقت جس وقت جہاز کو ایک سخت خطرہ لاحق ہو گیا تو آپؒ نے تمام سامان سے قطع نظر کر کے صرف ترجمہ کے مسودہ کے اور ااق ہمارے بھائی اور حضرتؒ کے رفیق خادم مولوی عزیز گل صاحب کے سینہ سے باندھ دیئے کہ شاید کوئی صورت بچاؤ کی نکل آئے اور یہ اواق ضیاع ہونے سے بچ جائیں۔ ترجمے کی نسبت میں اس قدر کہہ سکتا

ہوں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں قرآن کے جو تراجم موجود ہیں شاید ہی کوئی ہوگا جو نہایت صحیح اور مستند ہونے کے باوجود اس قدر مؤجز، شگفتہ اور نظم قرآن کی پوری پوری رعایت کرنے والا ہو۔“

مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ نے اس ترجمہ کی خوبیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”در حقیقت ایک کرامت ہے کہ باوجودیکہ ترجمہ تحت اللفظ ہیں، مگر ہر قسم کی الجھن سے پاک، آپ عموماً ترجموں میں جابجا بریکٹ دیکھیں گے جن میں مترجم حضرات نے کچھ الفاظ اپنی جانب سے زائد کر کے مراد کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے بغیر تو گویا چارہ ہی نہیں کہ کلام کو با محاورہ کرنے کے لیے آیت کے آخری حصہ کا ترجمہ اول میں کر دیا جائے یا پہلے نکلے کا ترجمہ آخر میں ہو۔ لیکن ہر لفظ کا ٹھیکہ ترجمہ اس کے نیچے ہوتے ہوئے کلام کا با محاورہ اور عام فہم رہنا صرف اس ترجمہ ہی کا کمال ہے جس کو کرامت کے سوا کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔“

ابتدائی درجات کے طلبہ کو قرآن مجید کا ترجمہ یاد کرانے کے لیے احقر کی رائے میں حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ سے بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں۔ حضرات اساتذہ کرام اس کے ساتھ تفسیر عثمانیؒ اور بیان القرآن، مؤلفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کا بالاتمام مطالعہ فرمائیں۔ ”بیان القرآن“ اپنی افادیت، جامعیت اور مقبولیت میں عدیم المثال ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ کی رائے کے مطابق تفسیری حیثیت سے مطالب قرآنیہ کی بالاستیعاب توضیح اور مسلسل تشریح اور ربط آیات اور حل مشکلات اور بیان معانی میں جو زراعی شان ”بیان القرآن“ کو حاصل ہوئی وہ اردو زبان میں کسی اور تفسیر کو حاصل نہیں ہوئی، واللہ یختص برحمۃ من یشاء۔

عدیم الفرصہ حضرات اساتذہ کرام کے لیے تو ان شاء اللہ العزیز ترجمہ قرآن کریم کی تدریس کے لیے ”تفسیر عثمانی“ اور ”بیان القرآن“ کا مطالعہ کافی ودانی ہے۔ لیکن جن حضرات کے پاس فرصت ہو وہ عربی تفاسیر میں سے تفسیر قرطبیؒ، امام رازیؒ کی تفسیر کبیر، علامہ محمود آلوسیؒ کی تفسیر ”روح المعانی“، امام بغویؒ کی ”معالم التنزیل“ اور امام ابن جریرؒ کی ”تفسیر طبری“ اور امام ابو بکر بھاصؒ کی ”احکام القرآن“ کو زیر مطالعہ رکھیں۔ خیال رہے کہ جہاں مسائل کی بحث آئے وہاں متقدمین میں سے امام ابو بکر بھاصؒ رازیؒ کی ”احکام القرآن“ کو اور متاخرین میں سے علامہ محمود آلوسیؒ کی ”روح المعانی“ کو مدد بنایا جائے۔ یہ دونوں مفسر حنفی المسلك ہیں اور تفسیر قرآن کریم میں سند ہیں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، علوم دینیہ کی تدریس کو ہم سب کے لیے زاو معاد، توشہ آخرت، خیر جاری اور سرمایہ سعادت بنائیں، آمین ثم آمین۔

ناظم اعلیٰ وفاق کو صدمہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کے والد نسبتی (سسر) حضرت مولانا سعید الرحمان انوری رحمۃ اللہ علیہ ۳ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعہ المبارک بعد نماز عصر فیصل آباد میں بقضائے الہی انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم حضرت مولانا محمد صاحب انوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، ممتاز عالم دین اور جامع مسجد انوری کے خلیفہ تھے۔ مرحوم کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کی زندگی اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں گزری۔ مولانا مرحوم کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ اور بھگت اللہ سب ہی حافظ و عالم ہیں اور اس وقت خدمت دین میں مصروف ہیں۔ ملک اور بیرون ملک سے بڑی تعداد میں علماء کرام، مشائخ عظام اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے ناظم اعلیٰ اور حضرت مرحوم کے صاحبزادگان مولانا رشید الرحمان انوری، مولانا خلیل الرحمان انوری، مولانا جلیل الرحمان انوری اور مولانا اسد الرحمان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا ہے، ناظم اعلیٰ اور دیگر پسماندگان نے ایسے تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا ہے اور جملہ متعلقین سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کی ہے۔ (ادارہ)